بسم اللہ الرحمن ارحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

”نبی کریم ﷺ بطور محسن اعظم “

دنیا میں کروڑوں انسان آئے اور چلے گئے پر مبارک ہیں وہ فیض رساں ہستیاں جنہوں نے دنیا میں قدم رکھ کر دنیا کو بہتری کی راہ پر گامزن کیا۔اور جن کے قدوم سے انسان کی فلاح وبہبود میں ایک نمایاں ترقی ہوئی۔ایسے مبارک وجودوں میں سے سب سے بڑھ کر حضرت فخر عالم، محسن جہاں، رہبر انساں ،رحمت للعالمین محمد المصطفیٰ ﷺ ہیں۔جن کا احسان عام اور فیض بے انتہا نہ صرف عرب وعجم پر بلکہ تمام ممالک ہر قوم و ملت اور سب زمانوں پر ہے ۔اولین کی زندگی کا سہارا اس بات میں تھا کہ مخلوق میں ایک ایسا اعلیٰ پائے کا انسان ہونے والا ہے جو

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

کا مصداق ہے اور متاخرین کا فخر اس میں ہے کہ وہ اس کی غلامی سے وابستگی کا شرف حاصل کرنے والے ہوں۔

خاکسار کی گذارشات کا عنوان ہے:

”نبی کریم ﷺ بطور محسن اعظم “

میری دانست میں حضور ﷺ کا سب سے بڑا احسان خالق کو مخلوق سے ملانا اور ان رکاوٹوں کو جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سدِّ سکندری کی طرح حائل تھیں پاش پاش کرنا ہے

اس محسن اعظم ﷺ کے احسانات کا دائرہ انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ اجرام فلکی ، فرشتوں اور زمین وآسمان تک ممتد ہے۔مثلاً یہ روشن سورج اور چمکتے ہوئے ستارے جوانسان کے لئے مسخر ہیں حضور ﷺ کی بعثت

سے قبل ہزاروں لاکھوں انسان گھٹنے ٹیک کر گڑگڑا کر اور رو رو کر دعائیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔کچھ سورج کو سب سے بڑا دیوتا گردانتے ہیں کوئی چاند کو سجدہ کرتا ہے ، بعض ستاروں کو خوشیوں کا موجب اور راحتوں کا منبع قرار دیتے ہیں تو بعض مریخ کے غضب سے پناہ مانگتے نظر آتے ہیں۔مگر رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہی یہ دل کش اور دلوں کو مسحور کرنے والی آواز بلند کی کہ

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ

اس طرح حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اجرام فلکی پر احسان ہے کہ انہیں خالق ومخلوق کے مابین مزید رکاوٹ نہ رہنے دیا۔

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے قبل جبہ پوش علماء عوام الناس کو یہ درس دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ فرشتے اصل میں خدا کی بیٹیاں ہیں اور جو کام خدا تعالیٰ سے کرانا ہو اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ ان خدا کی بیٹیوں کو قابو میں کیا جائے۔

اور اپنے عقیدت مندوں کو ایک کنویں کے بارے میں بتاتے ہیں جس میں ہاروت اور ماروت دو فرشتے قید کئے گئے تھے۔اس خواب غفلت سے بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مؤثر شیریں آواز یہ کہتے ہوئے انسان کو بیدار فرماتی ہے

(آیت : فرشتے خدا کے بندے ہیں نہ کہ بیٹیاں) اور فرشتوں کے بارے میں یہ فرمایا کہ

یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

اس طرح اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ایک اور رکاوٹ منہدم ہو جاتی ہے۔

حضرت رحمۃ للعالمین ،خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے احسانات ساری دنیا پر عام ہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وجود نہ صرف دوستوں کے واسطے موجب برکت و رحمت ہوا بلکہ آپ کے دشمن بھی آپ کی بخششوں اور فضلوں سے بہرہ ور ہوئے۔

بائبل جو یہود اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ کا مجموعہ ہے باوجود اس تمام تحریف و تبدیل کے جو اس میں ہو چکی اب تک صد ہا پیشگوئیوں کی حامل ہے اور ان میں سے بہت سی پیشگوئیاں ایسی ہیں کہ اگر انہیں اس شاہِ دو عالم پر

منطبق نہ کیا جائے تو ان کے پورے ہونے کی اور کوئی صورت نہیں۔غرض ان پیشگوئیں کا صحیح طور پر پورا کرنا اور اس طرح عیسائیوں کی مقدس کتاب کو سچا کر دکھانا بھی عیسائی دنیا پر ایک بڑا احسان ہے۔

اس کے علاوہ تعلیم محمدی ﷺ کا جو ایک عملی اثر عیسائی دنیاپر پڑا ہے اس نے ان قوموں کے اخلاق اور اعمال میں ایک بھاری تبدیلی پیدا کر دی ہے۔جنہوں نے اگرچہ اسلام کو قبول نہیں کیا مگر اسلامی اصول زندگی کو اپنے اندر داخل کر لیا ہے مثلاً اسلام سے قبل عورتوں کے واسطے کوئی جائیدادی حقوق نہ تھے۔عورت اپنے خاوند کے مظالم سے بچنے کے لئے یا مرد اپنی آزار دہ بیوی کے شر سے محفوظ رہنے کے واسطے طلاق کا کوئی حق نہ رکھتا تھا۔ شراب حلال سمجھی جاتی تھی ، بیوی کی وفات کے بعد کوئی مرد اپنی فوت شدہ بیوی کی بہن سے شادی نہ کرسکتا تھا، غلاموں کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جاتا تھا جیسا کہ گدھوں اور مویشیوں کے ساتھ، عام لوگ کتب مقدسہ کو پڑھ اور سیکھ نہ سکتے تھے اور یہ تمام عیوب عیسائیوں میں عام تھے۔

مگر اسلام کی عملی زندگی سے نمونہ حاصل کر کے رفتہ رفتہ عیسائی دنیا نے عورتوں کے واسطے جائیدادی حقوق منظور کئے معاشرتی مجبوریوں میں طلاق کا دینا جائز قرار دیا۔شراب کی مخالفت کے ایکٹ پاس کئے۔فوت شدہ کی بیوی کی بہن سے شادی جائز کر دی۔غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو بڑھاتے ہوئے رفتہ رفتہ ان کو آزاد کر دیا۔اپنی کتب مقدسہ کے پڑھنے کی عوام کو اجازت دی۔یہ سب اخلاق حسنہ عیسائی دنیا نے رسول پاک ﷺ کی مقدس تعلیم سے حاصل کئے۔ورنہ ان کی کتب مقدسہ اور رواج وعمل میں ان اخلاق کا ہر گز پتہ نہ تھا۔

پھر ایک اور بڑا احسان جو عیسائی دنیا پر آنحضرت ﷺ نے کیا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو ان تمام عیوب اور ناپاک باتوں سے بری ٹھہرایا جو بائبل کے مروجہ نسخے ان کے مقدس وجود پر عائد کرتے تھے اور انہیں معمولی اخلاق انسانی سے بھی گراتے تھے بلکہ یہود کے جواب میں حضرت عیسیٰ کی ماں مریم کو بھی صدیقہ ٹھہرایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گلے سے صلیب پر مرنے کی لعنت کے طوق کو اتار پھینکا۔نیز انجیلی قصوں کے برخلاف انہیں ماں کا فرمانبردار بیٹا قرار دیا۔

اگر ہم گرجاگھروں پر نظر ڈالیں تو عیسائی پادری لوگوں کو یہ سبق دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ:

” تمہارے باپ آدم نے گناہ کیا اور خدا کے فضلوں کو بھول گیا اور شیطان نے اس کو اور اس کی بیوی حوا کو جو کہ تمہاری ماں تھی ورغلایا اور گنہ گار کر دیا۔تم جو ان کی اولاد ہو کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ ان کے گناہ کے ورثہ سے حصہ نہ لوگے ؟ کیا تم امید کرتے ہو کہ ان کی دولت پر تو قابض ہو جائو مگر ان کے قرضے ادا نہ کرو۔ان کی نیکیاں تو تم کو مل جائیں اور ان کے گناہ میں تم حصہ دار نہ بنو ؟“

مگر ساتھ ہی یہ تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں :

”تم مایوس نہ ہو جہاں تمہاری امیدوں کو توڑا گیا ہے وہاں جوڑنے کا انتظام بھی ہے خدا کے عدل نے تم کو سزا دینی چاہی مگر اس کے رحم نے تم کو بچا لیا۔اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا کہ تا وہ بے گناہ ہونے کے باوجود صلیب پر لٹکایا جائے اور جب یہود نے اسے بلا کسی گناہ کے صلیب پر چڑھا دیا تو وہ تمام ایمان لانے والوں کے گناہ اٹھا کر ان کی نجات کا موجب ہوا پس تم اس پر ایمان لائو وہ تمہارے گناہ اٹھا لے گا اس طرح خدا کا عدل بھی پورا ہو گا اور رحم بھی۔“

اس مایوسی کے عالم میں پھر وہی مست کر دیتے والی آواز ہمیں کہتی ہوئی سنائی دیتی ہے :

مَنْ قَالَ هَلَكَ الْقَوْمُ فَهُوَ اَهْلَكَهُمْ

اور

اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ

کا نعرہ بلند ہوتا ہے یعنی ایمان کی کیفیت خوف وامید کی چاردیواری میں ہی پیدا ہو سکتی ہے اور وہ بھی تب جب امید کا پہلو خوف پر غالب ہو۔

آپ ﷺ نے ہی دنیا کو سکھلایا کہ عدل توبہ کے رستے میں روک نہیں۔عدل اس کو نہیں کہتے کہ ضرور سزا دی جائے بلکہ اس کو کہتے ہیں کہ بے گناہ کو سزا نہ دی جائے۔اگر عدل کے معنے یہ ہوں کہ ہر عمل کی عمل کے برابر جزا ملے تو بخشش اور نجات کے معنی ہی کیا ہوئے ؟ اس طرح تو نہ صرف گناہ کا بخشنا عدل کے خلاف ہو گا بلکہ عمل سے زیادہ جزا دینا بھی عدل کے خلاف ہو گا۔نیز فرمایا کہ خدا مالک ہے اور مالک کے لئے انعام اور بخشش میں

کوئی حد بندی نہیں وہ بیشک وزن کرتا ہے مگر اس کا وزن اس لئے ہوتا ہے کہ کسی کو اس کے حق سے کم نہ ملے۔نہ اس لئے کہ اس کے حق سے زیادہ نہ ملے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے ہندوئوں پر بھی بے تحاشا احسانات ہیں جس قدر فائدہ حضور ﷺ کی ذات گرامی اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم سے ہندو اٹھا رہے ہیں اتنا انہوں نے اپنے مذہبی پیشوائوں کے طرزِ عمل اور ان کی تعلیم سے بھی نہیں اٹھایا۔ہندو دھرم میں اس قدر خامیاں اور نقائص ہیں کہ اس پر عمل پیرا ہو کر یہ قوم کبھی بھی مہذب اقوام میں شمار نہیں ہو سکتی۔اسوجہ سے مجبوراً اپنی مذہبی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اور اس سے صریحاً پہلو تہی کرتے ہوئے اسلامی شعار کو اپنایا جا رہا ہے۔میں چند ایک امور مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ ہندو کس طرح اپنے مذہبی احکام کو خیر باد کہہ کر اسلامی تعلیم پر کاربند ہو رہے ہیں۔

اسلام دنیا میں پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے خدا تعالیٰ کی توحید کو صحیح طور پر دنیاکے سامنے پیش کیا اور شرک فی التوحید کو ایک گناہِ عظیم ٹھہرا کر دنیا کو وحدت کا سبق دیا۔جیسا کہ فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآئُ

اس کے مقابلہ میں آج سے چند سال ہی قبل ہندو مت کے ماننے والے لاتعداد دیوتائوں کی پرستش کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے لیکن آج انہی میں سے ایک ایسی جماعت پیدا ہو چکی ہے جو وحدت الٰہی پر ایمان رکھنے کی مدعی ہے ۔

مجھے اس وقت اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ صحیح طور پر موٗحد کہلا سکتے ہیں یا نہیں بلکہ صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ توحید کا خیال ان کے دلوں میں جاگزیں ہو چکا ہے۔اور وہ کثرت پرستی کو وحدت پرستی سے تبدیل کر چکے ہیں۔

ایک ہندو اخبار(تیج) لکھتا ہے :

”آریوں کے مذہبی فلسفے کی ترقی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ کثرت پرستی واحد پرستی میں تبدیل ہو گئی۔اِندَر اور مختلف دیوتائیں کی جگہ ایک پرماتما کی پوجا ہونے لگی “

ہندوئوں کے اس مذہبی عقیدہ میں یہ اہم تبدیلی دکھانے کے بعد آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ ہندو تمدن میں کہاں تک اسلامی تعلیم کی اتباع ہو رہی ہے۔

نکاح بیوگان ایک ایسا مسئلہ ہے جو آریہ سماج میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔سوامی دیانند صاحب بانی آریہ سماج اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :

"برہمن ، کھشتری اور دیش ورنو میں کھشت یونی عورت اور کھشت ویرج مرد کا پنہر دوا نہ ہونا چاہئے۔"

(ستیارتھ پرکاش باب 4صفحہ 130)

مگر اس حکم پر ہندوئوں کا سب سے روشن خیال طبقہ آریہ سماج کہاں تک عمل پیرا ہے اس کے لئے آریہ اخبار تیج کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے :

"ایک صحت مند عورت کو ماں بننے کے حق سے روکنا ایک نہایت شدید ظلم ہے جو اس پر روا رکھا جا سکتا ہے۔مگر یہ ظلم ہم اپنی زندگی کے ہر ایک منٹ میں کر رہے ہیں۔"

سوامی دیانند کے پیرئووں کی ان کے صریح حکم سے ایسی اعلانیہ روگردانی اور قرآن کریم کی تعلیم

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ

کہ اپنی بیوائوں کا نکاح کرو۔پر عمل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہندو دھرم کی تعلیم سے جسے سوامی نے پیش کیا ہندئوں کو جن تکالیف کا سامنا ہو رہا تھا ان کا علاج انہوں نے تعلیم اسلام میں پایا اور یہ رسول کریم ﷺ کا ان پر ایک عظیم الشان احسان ہے۔ہندو دھرم میں تو یہاں تک خامیاں اور کوتاہیاں ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو ہندوئوں کی زندگی دو بھر ہوجائے۔

سمندر پار جانا بھی ان کے ہاں کفر کے مترادف ہے۔چنانچہ پنڈتوں سے ان لوگوں کے متعلق فتویٰ پوچھا گیا جو سمندر پار سفر کرتے ہیں تو ان کا جواب یہ تھا کہ :

"یہ دھرم شاستر کے بالکل خلاف ہے۔"

کیا ہندو اپنے دھرم شاستر کی اس تعلیم کو قابل عمل سمجھتے ہیں ؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ وہ اپنی بہتری اسی میں سمجھتے ہیں کہ اس حکمت آموز تعلیم پر عمل کریں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ نازل ہوئی یعنی

فَسِيْرُوا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جب ہندو سطحی طور پر اس تعلیم پر کاربند ہیں جو رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ دنیا پر نازل ہوئی تو کیا یہ بہتر نہیں کہ وہ ظاہراً جو غیرت کا نقاب اوڑھے ہوئے ہیں اسے بھی چاک کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں۔

خاکسار نے وقت کی رعایت سے صرف دو مذاہب عالم پر ہی حضورؐ کے احسانات کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احسانات کی چادر نے تمام انبیاء گذشتہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔مثلاً

ہندو کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب سب سے قدیم ہے اور خدا تعالیٰ نے سب ہدایت ہمارے بزرگوں منّو جی، بیاس جی ، کرشن جی اور رام چندر جی کی معرفت دنیا کو دے دی ہے۔اس کے بعد اسے کسی اور الہام کے بھیجنے اور معرفت کا رستہ بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے ؟

اگر آپ بدھ مت والوں کی طرف متوجہ ہوں تو جواب ملتا ہے کہ کسی دوسری قوم کے بزرگ ہمارے گوتم بدھ کے مقام کو کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

اگر زرتشتیوں سے کہا جائے کہ حضرت زرتشت بالکل کرشن، رام چندر جی اور بدھ کا نمونہ تھے تو وہ اس قول میں اپنی نبی کی ہتک محسوس کرتے ہیں۔کہتے ہیں کہ ہندوئوں کا تعلق تو اِندَر سے ہے جو ہمارے مذہب کے مطابق بدھ ارواح میں سے ہے۔

یہود کو مخاطب کیا جائے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح ،ابراھیم ، اسحاق ، یعقوب ، یوسف، اور موسیٰ اور ہارون اور دائود اور یسعیاہ اور عزرا علیھم السلام کا سلسلہ پیش کرتے ہیں اور دعویٰ رکھتے ہیں کہ ہم خدا کی چنیدہ قوم ہیں،ہم اور دوسرے مذاہب برابر نہیں ہو سکتے۔

عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ یہود کے بزرگ بھی گو خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے مگر سب کے سب گنہ گار تھے۔حضرت آدم سے لے کر یحیٰ تک ایک بھی پاک نفس نہیں گزرا۔پاکیز گی صرف خدا کے بیٹے کو حاصل ہوئی جو مسیح کے رنگ میں گذرا اس کشمکش کے عالم میں حضور اکرم ﷺ کی مشکل کشا اور سیدھا راستہ دکھانے والی آواز یہ پیغام سناتی دکھائی دیتی ہے۔

اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡھَا نَذِیۡرٌ (الفاطر : ۲۵)

لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ (البقرۃ : ۲۸۶)

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا (____)

اللہ رب العالمین ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ عذاب تو ہر ملک میں آتے پھر نبی ہر ملک میں نہ آئیں۔ خدا تعالیٰ کی کوئی زبان نہیں وہ زبانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔اس کا الہام بندوں کی زبان میں نازل ہوتا ہے جس قوم کو وہ مخاطب کرتا ہے اسی کی زبان میں کلام کرتا ہے۔اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

”ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا کیونکہ صرف قصوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کے وہ قصے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں کیونکہ اب ان کا نام ونشان نہیں بلکہ ان گذشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا اور یقینا نہیں سمجھ سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہم کلام ہوتا ہے۔لیکن آنحضرت ﷺ کے ظہور سے یہ سب قصے حقیقت کے رنگ میں آگئے اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے :

محمد عربی بادشاہ ہر دوسرا

کرے ہے روح القدس جس کے در کی دربانی

اسے خدا تو نہ کہہ سکوں پہ کہتا ہوں

اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

یہی حال گذشتہ کتب الہامیہ کا ہو چکا تھا۔اگر انصاف کی نظر سے ان تمام کتابوں کو دیکھا جائے تو ان میں خدا تعالیٰ کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے مثلاً

ویدوں میں بھی ایسے شاندار خیالات اور پاکیزہ جواہر پارے ملتے ہیں کہ دل یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کو پیش کرنے والے رشی خدا تعالیٰ سے ہی سیکھ کر یہ باتیں پیش کرتے تھے اگر ویدوں میں محبت الٰہی کے جلوے نظر آتے ہیں تو حضرت بدھؑ کی تعلیم میں بھی خدا تعالیٰ پر توکل اور اخلاق فاضلہ کے خوبصورت اصول نظر آتے ہیں۔گو اس میں خلاف عقل باتیں بھی ہیں مگر اصولی طور پر یہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ تعلیم آسمانی منبع سے ہی نکلی ہے اور انسانی عقل اس کا سرچشمہ نہیں۔

تورات کو بھی اتنے لمبے عرصے میں انسانی دست برد نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔لیکن وہ بھی خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار اور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کے خیالات سے پر ہے۔اسی طرح انجیل میں مسیح کی طرف منسوب کر کے جو تھوڑی سی تعلیم لکھی گئی ہے وہ نہایت اعلیٰ اور دلکش ہے اور اس میں سزا اور جزا کی بجائے محبت اور رحم پر زیادہ زور دکھائی دیتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود کہ دنیا کی ہر الہامی کتاب میں خدا کا عکس نمایاں جھلکتا دکھائی دیتا ہے حضور ﷺ کی بعثت سے قبل تمام مذاہب عالم یہ شور مچاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ ہمارے پاس تو قیمتی ہیرے ہیں اور دوسروں کے پاس بے قیمت پتھر۔ان حالات میں بھی ہمیں وہی دلوں کو پاک اور دماغوں کو منور کردینے والی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دیتی کہ

ثُمَّ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

آپ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے علاوہ اور مقاصد کے اس مقصد کے لئے بھی مبعوث فرمایا کہ آپ تمام کتب الٰہیہ کی تصدیق کریں اور ان کی سچائی کو ثابت کریں تا اللہ تعالیٰ پر ظلم کا الزام نہ لگے۔نادان انسان ان کتب کی صداقت کا کس طرح انکار کر سکتاہے جو غیب پر مشتمل ہوں جب کہ

لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن : ۲۷۔۲۸)

کا سنہری اصول موجود ہے۔

پھر یہ کتابیں توحید کی تعلیم کو خاص طور پر پیش کرتی ہیں حالانکہ شیطانی کلام خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو پیش نہیں کیا کرتا۔

غرض حضور ﷺ کا یہ اعلان کہ

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ (البقرۃ : ۱۳۷)

گذشتہ تمام کتب الٰہیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔آنحضور ﷺ کی بعثت سے پیشتر نسلِ انسانی کی عبادات بھی بحیثیت مجموعی قابل رحم حالت تک بگڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔کہیں لوگ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور رات دن اسی حالت میں عبادت کرتے ہیں۔کچھ اور لوگ جاڑے کے موسم میں سرد پانیوں میں کھڑے ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔ایک جماعت شدید گرمی کے موسم میں بڑے بڑے الائو جلا کر یاد محبوب میں مصروف نظر آتی ہے۔بعض نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ ہم شادی نہیں کریں گے اور عورت خاوند کا اور مرد بیوی کا منہ نہ دیکھے گا۔بعض کہتے ہیں کہ ہم عمدہ غذائیں نہیں کھائیں گے بلکہ ہر سال اپنی مرغوب اشیاء میں سے بعض کو ترک کرتے چلے جاتے ہیں۔ان لوگوں کو بھی حضور ﷺ کی یہ آواز ہی راہ راست پر لائی

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف : ۳۳)

نیز یہ بھی

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ

اور یہ بھی

وَلِنَفۡسِکَ عَلَیۡکَ حَقٌّ وَلِزَوۡجِکَ عَلَیۡکَ حَقٌّ

خدا تعالیٰ نے تم پر حقوق اللہ ہی تو فرض نہیں کئے بلکہ تمہیں مدنی الطبع بنایا ہے اور حقوق العباد بھی تمہارے ذمہ لگائے ہیں اگر تم ان سب حقوق کو چھوڑ کر رہبانیت کی زندگی اختیار کرتے ہو تو تم ایک نیکی کے ارادے سے دس بدیوں کے مرتکب ہوتے ہو۔تمہارا شادیاں نہ کرنا تم میں عفت نہیں پیدا کرتا۔اگر نسلِ انسانی کے فنا کا ہی نام نیکی ہوتا تو خدا تعالیٰ انسان کو پیدا ہی کیوں کرتا فرمایا۔نیکی یہ نہیں کہ تم بلا وجہ نفس کو دکھ دو اور دروازوں کی موجودگی میں دیواریں پھاند کر آئو بلکہ فرمایا:

لَیۡسَ الۡبِرُّ اَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ

(البقرۃ : ۱۹۰)

بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی بتائی ہوئی حد بندیوں کے اندر استعمال کرو تا تمہارے اندر صالح خون پیدا ہو اور تم نیک اعمال پر قادر ہوجائو۔